تعزیر بالمال کی شرعی حیثیت

حافظ عبدالحفیظ ریسرچ اسسٹنٹ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

تعزیر کے لغوی معنے تعزیر کے لغوی معنی علامہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں یہ بیان کیے ہیں۔

العزر والتعزیر ضرب دون الحد لمنعه الجانی من المعاودة وردعه عن المعصية اصل التعزير التاديب ولهذا يسمى الضرب دون الحد تعزيرًا انما هو ادب يقال عزرته وعزّرته۔ (لسان العرب جلد ۴ ص ۵۶۱)

ترجمہ:۔ عزر اور تعزیر سے مراد حد سے کم کی سزا دینا ہے تاکہ مجرم کو دوبارہ جرم کرنے سے روکا جائے تعزیر کے اصلی معنے ادب دینا ہے اسی لیے حد سے کم کی سزا کو تعزیر کہا گیا ہے، کہا جاتا ہے عزرتہ اور عزرتہ جس کا معنی ہے میں نے اسے ادب سکھلایا۔

مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے بھی اسی کے قریب قریب یہی معنے بیان کیے ہیں۔ دیکھیے مفردات القرآن ص ۳۳۳

تعزیر کے اصطلاحی معنے فقہاء نے تعزیر کے اصطلاحی معنے یہ بیان کئے ہیں

والتعزير هو تاديب على ذنوب لم تشرع فيها الحدود اى هو عقوبة على جرائم لم تضع الشريعة لايها عقوبات معينة محدودة۔

(التشریع الجنائی الاسلامی ج ۱ ص ۱۲۷)

ترجمہ :۔ تعزیر ان گناہوں پر تادیب (سزا) ہے جن میں شرعی طور پر کوئی حد مقرر نہیں یعنی تعزیر ان جرائم پر سزا ہے جن میں شریعت نے معین سزائیں مقرر نہیں فرمائیں ۔

تعزیر اور حد کے درمیان فرق تعزیر اور حد کے درمیان فرق یہ ہے کہ حد میں حاکم وقت سزا کو معاف نہیں کر سکتا ہے جبکہ تعزیر میں حاکم وقت کو اختیار حاصل ہے وہ چاہے بالکلیہ معاف کر دے اور چاہے تو اس کا کچھ حصّہ معاف کر دے ۔

چنانچہ التشریع الجنائی الاسلامی میں ہے ۔

عقوبة الحد لا يجوز لولى الامر فيها العفو، اما عقوبات التعزير فلولى الامر العفو عنها كلها او بعضها ۔

(التشریع الجنائی الاسلامی جلد ۱ ص۱۲۷)

ترجمہ :۔ حاکم وقت کے لیے جائز نہیں کہ وہ شرعی حد کو معاف کرے جبکہ تعزیری سزا مکمل طور پر یا اس کا کچھ حصّہ معاف کر سکتا ہے ۔

تعزیر بالمال کا حکم بیان کرنے سے پہلے ہم تمہیداً مال کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں پھر اس کا حکم بیان کریں گے ۔

جس طرح اقوام عالم کے ہاں مال کی ضرورت و اہمیت پر اتفاق ہے اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مال کے حصول کے کچھ ذرائع تو جائز اور پسندیدہ ہیں اور کچھ ناپسند اور اور ممنوع ہیں چوری، ڈاکہ ۔ دھوکہ فریب اور رشوت کے طور پر حاصل شدہ مال کو تمام دنیا بُرا اور ناجائز سمجھتی ہے ۔ دنیا کے تمام قوانین ان ذرائع کے جائز اور ناجائز ہونے کا کوئی صحیح اور حقیقی معیار قائم نہیں کر سکتے ہیں ۔

چونکہ اس مسئلہ کا تعلق پوری انسانیت سے ہے اس لیے اس کا صحیح اور حقیقی معیار قائم کرنا انسان کے بس سے باہر ہے ۔ اس مسئلہ کو صرف اسی ذات کا نظام اور قانون حل کر سکتا ہے جو انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں سے کما حقہٗ آگاہ ہو ۔

اسلام چونکہ ایک دین فطرت ہے اس لیے اسلام نے ہی اس کو سب سے پہلے حل کیا ہے شریعت اسلامیہ نے حلال وحرام جائز وناجائز کا جو قانون بنایا ہے وہ کلی طور پر وحی الہٰی سے مستفاد اور ماخوذ ہے اور یہی ایک ایسا معقول، فطری اور جامع قانون ہے جو ہر قوم وملت اور ہر ملک و وطن میں چل سکتا ہے اور امن عامہ کا ضامن ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب مقدس قرآن حکیم میں جا بجا اس مسئلہ کے حل کے لیے احکامات نازل فرماتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں پوری انسانیت کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

یاایہا النّاس کلوا مما فی الارض حلالاً طیبا ولاتتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۶۸)

ترجمہ:۔ اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو چیزیں حلال اور ستھری ہیں شیطان کے قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو حلال وطیب اور پاکیزہ مال کھانے کا حکم دیا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے غیر شرعی اور ناجائز طریقوں سے کمائے ہوئے مال کو کھانے سے منع بھی فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتأکلوا فریقا من اموال النّاس بالاثم وانتم تعلمون ۔ (سورۃ بقرۃ آیت ۱۸۸)

ترجمہ:۔ اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام غیر شرعی طریقوں کے ذریعہ لوگوں کے مال کھانے سے منع فرمایا ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی یا دوسروں کے حقوق پر زد پڑتی ہو۔

دوسروں کا مال ناحق کھا لینا اتنا بڑا جرم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت سے سخت وعیدیں سنائی ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے

من اقتطع مال امری مسلم بغیر حق لقی اللہ عزوجل وھو علیہ غضبان ۔ (رواہ احمد ۔ الفتح الربانی جلد ۱۵ ص۱۴)

ترجمہ :۔ جس شخص نے کسی مسلمان کے مال کو ناحق لیا تو وہ فردائے قیامت کو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے ۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یحل مال امرئٍ الا بطیب نفس منہ ۔ (مشکوۃ ص۲۵۵)

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہوجاؤ کسی آدمی کا مال اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ دل کی رضامندی سے نہ دے ۔

یہاں تک کہ اگر قاضی یا جج کسی مقدمہ میں اپنی مکمل تحقیق و تفتیش اور جانچ پرکھ کے بعد اسلامی نظام قضاء کے اصولوں کی روشنی میں حقیقت کے برعکس کسی کے حق میں فیصلہ صادر کر دیتا ہے جبکہ وہ شخص جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہے ۔ جانتا ہے کہ قاضی کا فیصلہ غلط ہے کیونکہ میں نے غلط ثبوت و شواہد پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ حاصل کیا ہے اور حقیقت میں یہ مال دوسرے فریق کا ہے تو اس شخص کے لیے یہ مال قضائے قاضی کے باوصف حلال نہیں ہوگا ۔

چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا :

انما انا بشر وانتم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحسن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع فمن قضیت لہ بشیءٍ من حق اخیہ فلا یاخذ ونہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار ۔ (بخاری)

ترجمہ :۔ بلاشبہ میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اس میں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے معاملہ کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اسی سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں

ـــــ (یاد رکھو کہ حقیقتِ حال تو صاحبِ معاملہ کو خود معلوم ہوتی ہے) اگر فی الواقع وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں میں جو کچھ اس کو دونگا وہ جہنم کا ایک قطعہ ہوگا۔

تعزیر بالمال کی تعریف

تعزیر بالمال کی تعریف ڈاکٹر عبد العزیز عامر نے التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ میں یہ بیان کی ہے۔

معنی التعزیر بالمال ہو ان یمسك القاضی شیئًا من مال الجانی مدۃ حتی یکون ذلك زاجرًا له عما اقترفه ثم یعیده لصاحبه عند ما تظهر توبته ولیس معناه ان یاخذ الحاکم مال الجانی لنفسه او للخزانة العامة۔

(التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۳۹۸)

ترجمہ:۔ تعزیر بالمال کا مطلب یہ ہے کہ قاضی یا جج مجرم کے مال میں سے کچھ حصہ مختصر مدت کے لیے اس کے جرم پر زجر و تنبیہ کے طور پر اپنے پاس رکھ لے پھر توبہ کے وقت وہ مال صاحبِ مال کو واپس کر دے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ حاکم مجرم کا مال اپنے لیے یا بیت المال کے لیے لے۔

تعزیر بالمال کا حکم

جمہور محدثین اور فقہاء کرام کے نزدیک تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔ لیکن بعض دوسرے حضرات کے ہاں تعزیر مالی جائز ہے۔

تعزیر بالمال کے مجوزین کا پہلا استدلال اور اسکا جواب

تعزیر بالمال کے مجوزین بخاری و مسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال و الذی نفسی بیده لقد هممت ان امر بحطب لیحطب

ثم امر بالصلوۃ فیوذن لها ثم امر رجلا فیؤم
النّاس ثم اخالف الی رجال فاحرق بیوتھم۔

(بخاری ص۸۹ ج۱ ۔ مسلم ص۲۳۲ ج۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں نے چاہا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں ۔ نیز نماز کے بارے میں حکم دوں کہ اذان دے کر نماز پڑھا دی جائے اور میں جاکر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں (جو نماز باجماعت کے لیے حاضر نہیں ہوتے ۔

مجوزین کا استدلال یہ ہے کہ حضور نے نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو جلانے کی خواہش کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوا کہ مجرم کو اس کے مال کے تلف کرنے کی سزا دینا جائز ہے ۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں :

وفیہ جواز العقوبۃ بالمال بحسب الظاھر وا ستدل
بہ قوم من القائلین بذلك من المالکیۃ وعزی
ذلك الی مالكٍ واجاب الجمھور عنہ بانہ کان ذلك
فی اول الاسلام ثم نسخ ۔ (عمدۃ القاری ص۱۶۴ ج۵)

ترجمہ:۔ اس سے بظاہر مال کے ذریعہ سزا دینے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض مالکی حضرات نے اس سے استدلال کیا ہے اور اس کو امام مالک رح کی طرف منسوب بھی کیا ہے جبکہ جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا ۔

علامہ کرمانی نے بھی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عقوبت بالمال ابتداء اسلام میں تھی ۔

چنانچہ لکھتے ہیں :

وفیہ دلیل علی ان العقوبۃ کانت فی اول الامر بالمال لان تحریق البیوت عقوبۃ مالیۃ ۔ (کرمانی شرح بخاری ج ۵ ص ۳۷)

ترجمہ :۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مال کے ذریعہ سزا دینا ابتداء اسلام میں تھا ۔ کیونکہ مکانوں کو جلانا مالی سزا ہے ۔

امام نووی رح نے اس حدیث کے ذیل میں علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ عقوبۃ بالمال ابتداء اسلام میں تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی ۔

علامہ نووی رح لکھتے ہیں :

قال بعضهم فی هذ الحدیث دلیل علی ان العقوبة کانت فی اول الامر بالمال لان تحریق البیوت عقوبة مالیة وقال غیره اجمع العلماء علی منع العقوبة بالتحریق فی غیر المتخلف عن الصلوة والغال من الغنیمة واختلف السلف فیهما والجمهور علی منع تحریق متاعهما ۔

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲)

ترجمہ :۔ اس میں دلیل ہے کہ مال کے ذریعہ سزا دینا ابتداء اسلام میں تھا، اس لیے کہ مکانوں کو جلانا مالی سزا ہے ، دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں اور مال غنیمت میں خیانت (تقسیم سے قبل) کرنے والوں کو تحریق بیوت کی سزا دینے پر علماء کا اجماع ہے سلف کا اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مسلک ان لوگوں کے مکانوں کو نہ جلانے کا ہے ۔

ملا علی قاری رح کی رائے بھی یہ ہے کہ مالی سزا دینا ابتداء اسلام میں تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا چنانچہ لکھتے ہیں :

قال التوربشتی احراق المتاع کان فی اول الامر بالمدینة ثم نسخ ۔ ۔ ۔ ۔ وقال الشافعی رح یعاقب الرجل بدنه دون متاعه ۔ (مرقاة ج ۷ ص ۱۸۷)

ترجمہ :۔ تورپشتی کا قول ہے کہ سامان جلانے کی سزا دینا ابتدائے اسلام یعنی مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا..... امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جسمانی سزا دی جائے مالی سزا نہ دی جائے۔

مجوزین کا دوسرا استدلال اور اسکا جواب

بعض حضرات نے ترمذی اور ابوداؤد کی اس روایت سے بھی تعزیر مالی کا استدلال کیا ہے:

عن صالح بن محمد بن زائدة قال ابو داؤد وصالح هذا ابو واقد قال دخلت مع مسلمة ارض الروم فاتى برجل قد غل فسأل سالما عنه فقال سمعت ابي يحدث عن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعه واضربوه۔

(ابوداؤد ج۲ ص۳۷ ۔ ترمذی ص۲۳ ۔ مشکوۃ ص۳۱۷)

ترجمہ :۔ صالح بن محمد سے روایت ہے کہ وہ حضرت مسلمہ کے ساتھ روم میں داخل ہوئے تو ایک آدمی لایا گیا جس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی تو صالح بن محمد نے سالم بن عبداللہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو سالم بن عبداللہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت عمر بن خطابؓ سے یہ حدیث سنی کہ آپ نے فرمایا جب تم کسی ایسے آدمی کو پاؤ جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مارو۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سالت محمدًا عن هذا الحديث فقال انما روى صالح بن محمد بن زائدة وهو ابو واقد الليثي وهو منكر

الحدیث ۔
ترجمہ :۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے محمد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو صالح بن محمد بن زائدہ نے روایت کیا ہے (جس کی کنیت) ابو واقد اللیثی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے ۔

امام بخاری نے ترمذی اور ابو داؤد کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ

لم یذکر عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ حرق متاعہ وھذا اصح ۔ (بخاری ص۴۳۲ ج ۱)

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کہ آپ نے خائن کے سامان کو جلایا ہو اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں جلانے کا ذکر نہیں ہے ۔

اس کے بعد امام بخاریؒ نے عبد اللہ بن عمر کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے مال کو جلانے کا ذکر نہیں ہے

عن عبد اللہ بن عمر کان علی ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل یقال لہ کرکرۃ فمات فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو فی النار فذھبوا ینظرون الیہ فوجدوا عباءۃ قد غلھا ۔

(بخاری ص۴۳۲ ج ۱)

ترجمہ :۔ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک آدمی تھا جسے کرکرۃ کہا جاتا تھا جب وہ مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جہنم میں ہے لوگ اس کے مال کو دیکھنے کے لیے گئے تو ایک عبا پائی جس کو اس نے مال غنیمت میں سے چرایا تھا ۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

والحاصل من ھذا ان البخاری اشار بھذا الی ان حرق متاع الغال ورحلہ لا یجوز وان العمل علی منعہ وانہ ھو الصحیح

اشارہ الیہ بقولہ وھذا اصح ۔ (عمدۃ القاری صـــ ج ۱۵)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے ساز و سامان کو جلانا جائز نہیں ہے اور عمل اس کے منع پر ہی ہے اور یہی صحیح ہے اس کی طرف امام بخاری نے اپنے قول وہذا اصح سے اشارہ کیا ہے ۔

اس کے بعد علامہ عینی ابو داؤد کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

وفیہ صالح بن محمد المذکور وھو ضعیف ضعفہ یحیی والدارقطنی ۔ وقال البخاری یحتجون بھذا الحدیث فی احراق رحل الغال وھو باطل لیس لہ اصل ورواتہ لا یعتمد علیھم وان الصحیح ھو الذی لیس فیہ ذکر التحریق اشارہ الیہ بقولہ وھذا اصح ۔ (عمدۃ القاری صـــ ج ۱۵)

ترجمہ :۔ اس حدیث کی سند میں صالح بن محمد نامی راوی ہے جسے امام یحیی بن معین اور دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے غال کے سامان کو جلانے کا استدلال کرنا باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے اس کے راویوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور صحیح وہی سند ہے جس میں تحریق کا ذکر نہیں ہے امام بخاری نے اس کی طرف اپنے قول " وہذا اصح " سے اشارہ کیا ہے ۔

علامہ عینی مزید لکھتے ہیں :

واختلفوا فی عقوبۃ الغال فقال الجمھور یعزر بقدر حالہ علی ما یراہ الامام ولا یحرق متاعہ وھذا قول ابی حنیفۃؒ والشافعیؒ ومالکؒ وجماعۃ کثیرۃ من الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم ، وقال الحسن واحمد واسحق ومکحول والاوزاعی یحرق رحلہ ومتاعہ کلہ قال الاوزاعی الا سلاحہ وثیابہ

التی علیہ قال الحسن الا الحیوان والمصحف۔

ترجمہ:۔ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا کے متعلق علماء میں اختلاف ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ امام یا قاضی (جج) مناسب حال سزا دے سکتا ہے لیکن اس کے مال کو جلانے کا حکم نہیں دے سکتا۔ یہ قول امام ابوحنیفہ امام شافعیؒ امام مالکؒ اور صحابہ وتابعین کی ایک بہت بڑی جماعت کا ہے۔

امام حسن، امام احمد اسحٰق۔ مکحول اور اوزاعی کا قول یہ ہے کہ اس کے تمام ساز و سامان کو جلا دیا جائے۔ امام اوزاعی نے اس کے ہتھیاروں اور پہنے ہوئے کپڑوں کا اور امام حسن نے اس کے مملوکہ جانوروں اور قرآن پاک کا استثناء کیا ہے۔

جمہور فقہاء بھی تعزیر بالمال کو ناجائز قرار دیتے ہیں

فقہاء احناف میں صرف امام ابویوسفؒ سے جواز کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن علامہ ابن عابدین شامی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

قال فی الفتح! وعن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال وعندھما وباقی الائمۃ لایجوز ومثلہ فی المعراج وظاھرہ ان ذلک روایۃ ضعیفۃ عن ابی یوسف: قال فی الشرنبلالیۃ ولا یفتیٰ بھذا لما فیہ من تسلیط الظلمۃ علی اخذ مال الناس فیاکلونہ۔ (ردالمحتار علی درالمختار ج ۴ ص ۶۱)

ترجمہ: امام ابویوسف سے روایت ہے کہ حاکم وقت کے لیے مالی سزا دینا جائز ہے جبکہ طرفین اور باقی آئمہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ بظاہر یہ روایت امام ابویوسف سے ضعیف معلوم ہوتی ہے شرنبلالیہ میں ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ظالم حکام کو لوگوں کے اموال کھانے

کی اجازت دینا ہے۔
اگر امام ابو یوسفؒ کی اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی اس کا مطلب وہ نہیں ہوگا جو ہمیں فرنگی سے ورثہ میں ملے ہوئے ملکی قانون میں ہے بلکہ اس کا مطلب بھی صرف اتنا ہوگا کہ حاکم کچھ عرصہ کے لیے مجرم کا کچھ مال لے کر ضبط کرے اور پھر کچھ عرصہ رکھنے کے بعد اسے واپس کر دیا جائے۔

چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان معنى التعزير باخذ المال على القول به امساك شئ من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه، لا ان ياخذه الحاكم لنفسه او لبيت المال كما يتوهمه الظلمة اذ لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعي۔ وفى شرح الآثار۔ التعزير بالمال كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال ج۴ ص۶۲ طمصر

ترجمہ:۔ تعزیر بالمال کا مطلب امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق یہ ہے کہ حاکم، مجرم کے مال کا کچھ حصّہ زجراً اپنے پاس رکھ لے کچھ عرصہ بعد لوٹا دے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ حاکم اپنے لیے یا بیت المال کے لیے لے جیسا کہ ظالم حکام نے سمجھ رکھا ہے۔ اس لیے کہ کسی مسلمان کا مال کسی شخص کے لیے بغیر کسی شرعی سبب کے جائز نہیں ہے۔ اور شرح الآثار میں ہے کہ تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں تھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذہب حنفیہ میں تعزیر بالمال جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفیؒ نے بھی امام ابو یوسفؒ کی طرف منسوب روایت کے یہی معنے نقل کیے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

ان معنى التعزير باخذ المال على القول به امساك شئ من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه، لا ان ياخذه

الحاکم لنفسه اولبیت المال کما یتوهمه الظلمة اذ یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی وفی المجتبی لم یذکر کیفیة الاخذ واری ان یاخذها فیمسکها فان ایس من توبته یصرفها الی ما یری وفی شرح الاثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال - بحرالرائق ص۴۱ ج۵

ترجمہ :- تعزیر بالمال کا مطلب امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق یہ ہے کہ حاکم مجرم کے مال کا کچھ حصہ زجراً اپنے پاس رکھ لے پھر کچھ عرصہ بعد وہ مال اسے واپس کر دے یہ معنی نہیں کہ حاکم اپنے یا بیت المال کے لیے لے جیسا کہ ظالم حکام نے سمجھ رکھا ہے اس لیے کہ کسی مسلمان کا مال کسی دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے الا یہ کہ کسی شرعی سبب کی بنا پر ہو اور مجتبی میں مال لینے کا طریقہ مذکور نہیں ہے میرا خیال یہ ہے کہ حاکم مجرم کا مال لے کر رکھ لے۔ اگر حاکم اس کی توبہ سے مایوس ہو جائے تو پھر جہاں مناسب سمجھے خرچ کر دے اور شرح الآثار میں ہے کہ تعزیر بالمال ابتدائے اسلام میں تھی بعد میں منسوخ ہو گئی ۔ خلاصۂ کلام یہ ہے مالی سزا دینا مذہب حنفیہ میں ناجائز ہے۔ اور یہی معنے فتاوی عالمگیری میں بھی بیان کیے گئے ہیں ۔
دیکھیے فتاویٰ عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ طبع دہلی

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ۔

قال الامام الکردریؒ والتعزیر باخذ المال ان المصلحة فیه جائزة ، قال مولانا خاتمة المجتهدین مولانا رکن الدین ابو یحیٰی الخوارزمی رحمه الله تعالیٰ معناه ان ناخذ ماله ونودعه فاذا تاب نرده علیه کما عرف فی خیول البغاة وسلاحهم وصوبه الامام ظهیر الدین التمرتاشی الخوارزمی - فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص۴۲۷ ج۶ طبع دهلی۔

ترجمہ :۔ امام کردری کا قول ہے کہ تعزیر مالی مصلحتاً جائز ہے۔ ابو یحییٰ خوارزمی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کا مال لے کر اماناً رکھ لیں گے جب وہ توبہ کرے گا تو وہ مال اس کو لوٹا دیں گے جیسا کہ باغیوں کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کے متعلق کیا جاتا ہے اور امام ظہیر الدین التمرتاشی نے اس کی تصویب کی ہے۔

فقہ مالکی میں بھی تعزیر مالی جائز نہیں ہے

علامہ دسوقی مالکی شرح کبیر میں لکھتے ہیں :

ولا يجوز التعزير باخذ المال اجماعا وما روى عن الامام ابي يوسف صاحب ابي حنيفة من انه جوز للسلطان التعزير باخذ المال فمعناه كما قال البزازى من ائمة الحنفيه ان يمسك المال عنده مدة لينزجر ثم يعيده اليه لا انه ياخذه لنفسه او لبيت المال كما يتوهمه الظلمة اذ لا يجوز اخذ مال مسلم بغير سبب شرعي اى كشراء او هبة۔

(حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر ص ۲۵۵ ج ۴)

ترجمہ :۔ تعزیر بالمال بالاجماع ناجائز ہے اور جو روایت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ حاکم وقت کو مالی سزا دینا جائز ہے اس کے معنے وہی ہیں جو بزازی نے ائمہ احناف سے نقل کئے ہیں کہ حاکم مجرم کے مال کو کچھ مدۃ کے لیے اپنے پاس رکھے پھر اس کو لوٹا دے یہ مطلب نہیں ہے کہ حاکم اپنے یا بیت المال کے لیے لے جیسا کہ ظالم حکام نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ کسی مسلمان کا مال کسی شرعی سبب مثلاً شراء یا ہبۃ کے بغیر جائز نہیں ہے۔

فقہ حنبلی میں بھی تعزیر بالمال جائز نہیں ہے

چنانچہ الاقناع میں ہے:

ولا يجوز قطع شئ منه ولا جرحه ولا اخذ شئ من ماله، قال الشيخ وقد يكون التعزير بالنيل من عوضه مثل ان يقال له يا ظالم يا معتدى وباقامته من المجلس وقال التعزير بالمال سائغ اتلافا واخذا وقول ابى محمد المقدسى لا يجوز اخذ ماله منه الى ما يفعله الظلمة۔

(الاقناع ص۲۷۰ ج۴)

ترجمہ:۔ مجرم کے جسم کے کسی حصّہ کو کاٹنا، جسم کو زخمی کرنا اور اس کے مال میں سے کچھ لے لینا جائز نہیں ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ تعزیر کبھی مجرم کی بے عزتی کر کے ہوتی ہے مثلاً اے ظالم یا اے زیادتی کرنے والے کہہ دیا جائے اور کبھی مجرم کو اپنی مجلس سے اٹھا دینے سے تعزیر بالمال جائز ہے مال کو ضائع کرنے سے اور مال کو ضبط کر لینے سے اور ابو محمد المقدسی کا قول ہے مال کو ضبط کر لینے سے سزا دینا جائز نہیں ہے۔

سلسلۂ مطبوعات مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری — ۲۹

اِجتہاد اور تبدیلیٔ احکام

تالیف

مولانا مجیب اللہ ندوی

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

نِسبت روڈ ۰ لاہور